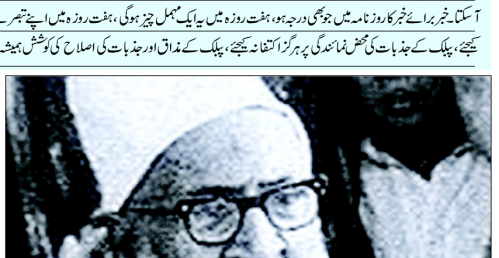

ڈاکٹر موہن بھاگوت نے بی جے پی کو آئینہ دکھایا

2024 کے انتخابات سے پہلے یہ ایک بڑی شرط تھی۔ آر ایس ایس میڈیا کے ڈاکٹر منموہن ویدیا نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے یہ جانکاری دی۔ ''آر ایس ایس ایک سال میں ایک لاکھ جگھوں تک پہنچ جائے گی''۔ کیا سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت کا بیان حکومت پر تبصرہ نہیں تھا؟ ڈاکٹر موہن بھاگوت نے لوک سبھا انتخابات میں مہم چلانے کے طریقوں کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ''انتخابات میں ایک دوسرے کو گالی دینا، ٹیکنالوجی کا غلط استعمال کرنا اور جھوٹ پھیلانا درست چیزیں نہیں ہیں۔ یہ نامناسب طرز عمل ہے۔''

پروفیسر نیلم مہاجن سنگھ

آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک (سربراہ) ڈاکٹر موہن بھاگوت ایک بلند اور وسیع نقطۂ نظر رکھنے والی شخصیت ہیں۔ حال ہی میں موہن بھاگوت کی مودی سرکار پر نکتہ چینی پر خود بحث ہو رہی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آر ایس ایس اور بی جے پی کا رشتہ کیا ہے۔ آر ایس ایس کو ایک ثقافتی تنظیم سمجھا جاتا تھا۔ مگر اس میں کوئی دو رائے نہیں آر ایس ایس کی سیاسی سرگرمیاں بھی ہیں۔ جن سنگھ کے بانی ڈاکٹر شیاما پرساد مکھرجی، اے بی واجپائی، لال کرشن اڈوانی اور خود وزیراعظم نریندر مودی آر ایس ایس کے سرگرم رکن تھے۔

2024 کے عام انتخابات میں بی جے پی کو مکمل اکثریت نہیں ملی اس وجہ سے مرکز میں این ڈی اے کی حکومت ہی قائم ہوئی ہے۔ اس حکومت کو خاص طور ٹی ڈی پی اور جے ڈی (یو) کی حمایت حاصل ہے۔ بی جے پی کا چار سو پار کا نعرہ اس طرح ناکام ہوگیا جس طرح سابق وزیراعظم اٹل بہاری باجپئی کے وزیر پرمود مہاجن کے ذریعہ دیا گیا نعرہ 'انڈیا شائننگ' منھ کے بل گرا تھا۔ یہ دور وہ تھا جب ملک میں کافی مسائل تھے۔ ڈاکٹر موہن مدھوکر بھاگوت ایک محبت الوطن لیڈر ہیں۔ وہ مارچ 2019 سے آر ایس ایس کے چھٹے سرسنگھ چالک کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کے ایس درشن کے بعد سنگھ ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ ڈاکٹر موہن بھاگوت کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ گرو گوالکر اور ڈاکٹر کے بی ہیڈگیوار کے بعد آر ایس ایس کے سب سے کم عمر سربراہ بنے۔ موہن بھاگوت کے ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بی جے پی کو کئی انتخابات میں زبردست کامیابی ملی ہے۔ ان کا نام 2019 میں سب سے زیادہ طاقتور لوگوں کی فہرست میں آیا ہے۔

انہوں نے لوک مانیہ تلک ودیالیہ سے اسکول کی تعلیم مکمل کی اور جنتا کالج ناگپور سے سائنس میں گریجویشن کیا۔ ڈاکٹر موہن بھاگوت کو ترقی دے کر ہندوستان کے لیے کل وقتی کام کرنے والے آر ایس ایس کے رضاکاروں کا انچارج بنایا گیا۔ بھاگوت کو 2015 میں اس وقت وی وی آئی پی زیڈ پلس سیکورٹی ملی تھی۔ جب حکومت ہند نے سینٹرل انڈسٹریل سیکورٹی فورس (سی آئی ایس ایف) کو انہیں سیکورٹی فراہم کرنے کا حکم دیا تھا۔ 2017 میں وہ آر ایس ایس کے پہلے سربراہ بن گئے جنہیں اس وقت کے صدر ہند پرنب مکھرجی نے سرکاری طور پر راشٹرپتی بھون میں مدعو کیا تھا۔ بی جے پی کے صدر جے پرکاش نڈا نے انتخابات کے دوران کہا تھا کہ نریندر مودی کی مقبولیت اتنی زیادہ ہے کہ بی جے پی کو چار سو سے زیادہ سیٹیں ملیں گی۔ نڈا نے یہ بھی کہا کہ اگر بی جے پی کو نریندر مودی کے چہرے سے ووٹ نہ ملتے تو آر ایس ایس کے سویم سیوکوں کی ضرورت پیش آتی۔ ندا نے جو کہا؟ اس سے رضاکاروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی۔ جے۔ پی۔ نڈا نے بہت زیادہ گستاخی کی! ایک طرف موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ 'ہندوستان 20-30 سال میں عالمی لیڈر بن جائے گا'۔ یہ ڈاکٹر موہن بھاگوت کا بڑا بیان تھا۔ 'مسلمانوں پر حملے نہیں رک رہے ہیں، آپ آواز اٹھائیں'، ملک کے روشن خیال مسلمانوں نے آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک کو خط بھیجا تھا، آر ایس ایس کی میٹنگ میں سنگھ کے سربراہوں موہن بھاگوت اور دتاتریہ ہوسابلے نے سنگھ میں خواتین اور سنگھ میں مسلمانوں کی شمولیت وغیرہ چھ نکات سامنے رکھے گئے۔

2024 کے انتخابات سے پہلے یہ ایک بڑا داؤ رہا۔ آر ایس ایس میڈیا کے ڈاکٹر منموہن ویدیا نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے یہ جانکاری دی۔ ''آر ایس ایس ایک سال میں ایک لاکھ جگھوں تک پہنچ جائے گی''۔ کیا سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت کا بیان حکومت پر تبصرہ نہیں تھا؟ ڈاکٹر موہن بھاگوت نے لوک سبھا انتخابات میں مہم چلانے کے طریقوں کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ''انتخابات میں ایک دوسرے کو گالی دینا، ٹیکنالوجی کا غلط استعمال کرنا اور جھوٹ پھیلانا درست چیزیں نہیں ہیں۔ یہ نامناسب طرز عمل ہے۔ کیونکہ انتخابات اتفاق رائے بنانے کا عمل ہیں''۔ ڈاکٹر بھاگوت نے حال ہی میں ختم ہونے والے لوک سبھا انتخابات، سیاست اور سیاسی جماعتوں کے طور طریقوں پر اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ اپوزیشن کی طرف سے بھاگوت کے بیان سے مختلف معنی نکالے جا رہے ہیں۔ ناگپور میں سنگھ کے ورکروں کے پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے خدمت خلق، انسانیت اور دیگر مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بھاگوت نے کہا کہ جو لوگ خادم ہیں ان میں تکبر نہیں ہونا چاہیے۔ ناقدین نے 'تکبر' کو مودی حکومت سے جوڑا۔ سنگھ کے کاریہ کارتا وکاس ورگ کے اختتامی پروگرام میں آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے کہا تھا، ''ہر کوئی کام کر رہا ہے، لیکن کام کرتے وقت وقار کا خیال رکھنا اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے یہ کارنامہ انجام دے دیا۔ ایسے لوگ ہی خدمت گزار کہلانے کے حق دار ہیں۔ ہمارا مذہب اور ثقافت ہے۔'' خلاصہ یہ کہ وہ جو حدود کی پابندی کرتا ہے اور پھر اعمال کرتا ہے، تب ہی 'صرف وہ خادم کہلانے کا مستحق ہے'۔ الیکشن میں جھوٹ پھیلانا درست نہیں۔ موہن بھاگوت نے لوک سبھا انتخابات میں انتخابی مہم میں اختیار کیے گئے طریقوں کا بھی ذکر کیا۔ موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ ''اس ملک کے لوگ بھائی بھائی ہیں، ہمیں اس حقیقت کو اپنی فکر اور عمل میں لانا ہوگا''۔

پارلیمنٹ میں حکومت مخالف مخالفین کو بولنے کی اجازت دینے کی اپیل کی گئی۔ موہن بھاگوت نے 'ریزرویشن کی حمایت' کی ہے۔ موہن بھاگوت نے کہا، 'سماج میں اتحاد کی ضرورت ہے، لیکن ناانصافی پھر بھی ہوتی ہے، اسی وجہ سے آپس میں دوری ہے، ذہنوں میں بداعتمادی ہے۔ ہزاروں سالوں سے کیے گئے کام کی وجہ سے چڑچڑاپن ہے۔ دوسروں کی رائے کو بھی عزت ملنی چاہیے۔ حصولیابیوں پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کل جب 'ہندوراشٹر' کا چرچا ہو رہا ہے تو بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ یہ اصطلاح کس نے بنائی تھی۔ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ خاص طور پر ملک کے سیاسی نظام میں رہنمائی کرتی ہے۔ ڈاکٹر کیشو بلرام ہیڈگیوار (یکم اپریل 1889 - 21 جون 1940)، جن کو 'ڈاکٹر جی' سے بھی جانا جاتا ہے۔

ہیڈگیوار ایک ڈاکٹر اور آر ایس ایس کے سربراہ تھے۔ کی یاد میں منایا جارہا ہے۔ ہیڈگیوار نے ہندو راشٹر بنانے کے ارادے سے ہندوتوں کا تصور پیش کیا تھا اور اسی بنیاد پر آر ایس ایس کی بنیاد رکھی تھی۔ ڈاکٹر ہیڈگیوار کندرتھی کے مقام پر پیدا ہوئے تھے، یہ مقام برطانوی دور کے نظام آباد میں تھا۔ آج کندرتھی۔ ریاست تلنگانہ میں ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ ہندوتوں کی ثقافتی اور مذہبی وراثت ہندوستانی قوم پرستی کی بنیاد ہونی چاہیے۔ 1939 میں آر ایس ایس کے ایک اجلاس میں ہیڈگیوار اور ان کی ابتدائی دور کے ساتھیوں نے وجے دشمی کے دن آر ایس ایس کا قیام۔ ہندوسماج کو اس کے ثقافتی اور فکری ترقی کے لیے قائم کرنے اور اکھنڈ بھارت کے مکمل آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک آلۂ کار بنانے کی غرض سے کیا تھا۔ ہیڈگیوار نے اپنی ہندو تنظیم کے لیے لفظ راشٹر کی تجویز پیش کی تھی کیونکہ وہ راشٹر کے ساتھ ساتھ ہندو شناخت کو پھر سے قائم کرنا چاہتے تھے۔

آخر میں یہ کہنا درست ہے کہ ہم سبھی ہندوستانی آئین کے پیروکار ہیں۔ جب سیاست دان اپنے آپ کو عوام کا خدمت گزار کہتے ہیں تو پھر اقتدار کا گھمنڈ کیوں؟ 'انتودیا' کو نافذ کیا جائے، جس کے ذریعے آخری صف میں کھڑے ہر فرد کو خود کفیل بنانے کی کوشش کی جائے۔ تاریخ واقعات کا مجموعہ ہے لیکن اس کی تشریح مختلف طریقوں سے ہونی چاہیے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی، تجزیہ کار اور سالیڈیٹری فار ہیومن رائٹس سے وابستہ ہیں)
singhnofficial@gmail.com

صحافت کے میدان میں عبدالماجد دریابادی کی خدمات

ڈاکٹر مرضیہ عارف

''صحافت سے مقصود دین وملت کی خدمت رکھیے، عام خدمت بھی اِسی کے تحت آجاتی ہے۔ وطن کا بھی بڑا حق ہوتا ہے جس طرح پڑوس کا، اُستاد کا اور اہلِ خاندان کے حقوق ہوتے ہیں، البتہ مسلمان 'پرستارِ وطن' نہیں ہوسکتا، عبودیت کا یہ خصوصی تعلق تو صرف ذاتِ حق کے لیے مخصوص ہے۔ اُس کی مخلوق میں سے کسی کے حصے میں نہیں آسکتا۔ خبر برائے خبر کا روزنامہ میں جو بھی درجہ ہو، ہفت روزہ میں یہ ایک مہمل چیز ہوگی، ہفت روزہ میں اپنے تبصرے سے یا کم از کم خبر کی سرخی سے ہر خبر کو بامقصد بنا کر پیش کیجیے، پبلک کے جذبات کی محض نمائندگی پر ہرگز اکتفا نہ کیجیے، پبلک کے مذاق اور جذبات کی اصلاح کی کوشش ہمیشہ جاری رکھئے، اپنی مقبولیت کا خیال کسے نہیں ہوتا؟

اُردو کے جلیل القدر ادیب، منفرد صحافی، ممتاز مفسرِ قرآن اور انوکھی انشاپردازی کے مالک مولانا عبدالماجد دریابادی کی صحافت کے حوالے سے جب بھی گفتگو کی جائے گی تو نظریں اُن کے مشہورِ زمانہ کالم ''سچّی باتوں'' پر رُک جاتی ہیں۔ اِس کالم کی مقبولیت میں مولانا دریابادی کے حسنِ انشا کو بڑا دخل ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے، سادہ وسلیس زبان، ٹکسالی محاورے، حسبِ حال اشعار اور مصرعوں کے استعمال نے اِسے ہر خاص وعام کا ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ یہ کالم دوسرے اردو اخبارات ورسائل میں بھی کثرت سے نقل ہوتا اور ایک جہاں اِسے پڑھ کر داد دیتا اور سبق حاصل کرتا، اِس میں ملکی اور غیر ملکی معاملات جن کا تعلق ملت سے ہوتا اُنھیں نقل کر کے مولانا اپنا مخصوص انداز اور لطیف پیرایہ میں اُن پر تبصرہ فرماتے جس کا مقصد سراسر تعمیری واصلاحی ہوتا اُس زمانے میں تو یہ اُردو صحافت کے لئے بالکل نئی چیز تھی آج بھی ایسا سلسلہ کسی اخبار ورسالے میں نظر نہیں آتا جس کے ذریعہ اصلاحِ معاشرے کا وہ زبردست کام لیا جارہا ہو جو مولانا دریابادی نے اپنے اس کالم ''سچی باتوں'' کے ذریعہ انجام دیا۔ اُس زمانے میں مسلمان اور اُن کا معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کا شکار تھا۔ قوم میں بدعات اور مفسدات کا دور تھا جن کے خلاف آواز بلند کرنا اُس وقت بڑے عزم وحوصلے کا کام تھا۔ مولانا کے پرچوں نے محرم، شب برات، زیارتِ قبور، عورتوں کو ترکے میں حصہ دینے، بیوہ عورتوں سے نکاح کرنا، ایک سے زیادہ شادیوں کو بُرا سمجھنا، شادی بیاہ کے رسوم غم اور سوگ کے بیجا مظاہرے، فضول خرچی اور اسراف، تعلیمی پسماندگی، اخلاقی زوال جیسے امور کے خلاف نہایت ہمت اور مستقل مزاجی کے ساتھ نہ صرف آواز بلند کی بلکہ مسلم قوم کو صحیح راستے پر چلنے کی تلقین بھی فرمائی، جس کے بدلے میں اُنھیں غیر معمولی مخالفت اور طنز وتعرض کا نشانہ بنایا گیا لیکن آہستہ آہستہ یہ کالم اِتنا مقبول ہوا کہ پورے ملک میں ذوق وشوق سے پڑھا جانے لگا اِس کے چند چبھتے ہوئے جملے ادب وانشا کے دفتروں پر بھاری ہوتے جس طرح اکبرالہ آبادی کی شاعری نے اصلاحِ قوم میں اہم کردار ادا کیا، اُسی طرح مولانا دریابادی کی نثر نے بے مثال جرأت وہمت سے قوم کی تعمیر کا ولولہ انگیز کارنامہ انجام دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم قوم کی زبوں حالی کے پیشِ نظر مولانا مرحوم اصلاح وتربیت کے کام کو سب سے مقدم سمجھتے تھے۔ اور ہمہ وقت اِس کے لئے تیار رہتے تھے، خواہ وہ زبانی ہو یا تحریری شکل میں۔

اُن کے بھتیجے اور معروف ادیب عبدالعلیم قدوائی اپنے عمِ محترم کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ''وہ ایک بہترین معلم اور مصلح بھی تھے، جس کا تجربہ عزیزوں اور خصوصی تعلق رکھنے والوں کو خوب ہے، مرحوم نے اُن کی تربیت کا بھی خاص اہتمام فرمایا۔ پڑھنے، لکھنے، کھیلنے، سونے، بات چیت کرنے، غرض روزانہ زندگی کے تمام مشاغل نہ صرف اُن کے علم میں رہتے بلکہ اُن کی جزئیات کو دریافت بھی فرماتے اور ہر چیز کی حسن وقبح کو بڑی خوبی سے بیان فرمادیتے، اُن کے لئے سب سے بڑی ناخوشی کی بات یہ ہوتی تھی کہ کوئی چیز اُن سے چھپائی جائے یا دانستہ طور پر غلط بیانی کی جائے، بڑی سے بڑی غلطی اور قصور اُن کے یہاں قابل معافی تھے بشرطیکہ اُس کا اعتراف کھل کر کرلیا جائے، فرمایا کرتے تھے کہ اصلاح کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ڈھٹائی اور اپنی برائیوں کی پردہ پوشی کرنا ہے، جب تک اِس کو دور نہ کیا جائے گا تزکیہ اخلاق میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔

اسکول اور کالج کے زہر آلود ماحول سے بخوبی واقف تھے اور حکیمانہ انداز سے اِس زہر کا تریاق بیان فرماتے، سینما کی وبا، اُس وقت تک عام ہوچکی تھی، ہم لوگوں کے سامنے متعدد بار اِس پر گفتگو فرمائی اور اُس کی مضرتیں کھل کر بیان کیں، معاشرہ پر اُس کے اثرات کو واضح کیا، جس کی وجہ سے ایسا نقش ہم لوگوں کے دلوں پر اِس برائی کا بٹھایا کہ پھر اِس کی وقعت یا اس میں دلکشی باقی نہیں رہی، یہ وصف مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھا اور اِسی سے کام لے کر اُنہوں نے فرنگی تہذیب اور طرزِ معاشرت کی طرف سے اپنے حلقہ کو بالکل متنفر کردیا اور اِس کی حقارت دلوں میں بٹھادی۔

(مضمون ''مولانا عبدالماجد دریابادی کی یاد'' از عبدالعلیم قدوائی۔ قومی آواز ۶/جنوری ۱۹۸۰ء)

ہر روز مولانا کے پاس بے شمار خطوط دور دراز سے آتے اور مولانا اپنی بے پایاں مصروفیات کے باوجود، اصلاحِ حال کے اہم مقصد کو سامنے رکھ کر خوشی خوشی وقت نکال کر سب کا جواب دیتے اور جن خطوط کو کسی پہلو سے اہم سمجھتے اُن کو اپنے اخبار میں شائع بھی فرماتے۔ یہ کالم ''مشورے اور گذارشیں'' کے عنوان سے شائع ہوتا اِس کو پڑھ کر لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا۔ خانگی مسائل، ذہنی پریشانیاں، روزمرہ کی اُلجھنیں، عمل وعقیدے کے تعلق سے حقائق اور موت وآخرت کے متعلق صحیح احساسات، بزرگوں کی اہمیت اور صحیح معاملات، سب سے بڑھ کر ایک عام اعتدال وتوازن کی تعلیم ''مشورے اور گذارشوں'' کا نچوڑ یہی سب ہوتا تھا، جس سے دُکھے ہوئے دلوں کو راحت ملتی، گمراہ لوگوں کو صحیح راہ نظر آتی، مولانا دریابادی خود اپنے لیے ''پُرانے مریض'' کا لفظ استعمال فرماتے، جو اپنے تجربات کی روشنی میں دوسروں کو اعادۂ صحت کے چٹکلے اور ترکیبیں بتاتا رہتا ہے۔ معاشرے کے معلم کے ساتھ ساتھ وہ بڑے ذہین اور اخذ کرنے والے متعلم بھی تھے۔ جو آخر عمر تک ہر معاملے کی تحقیق اور صحیح معلومات حاصل کرنے کے حریص رہے، حکمت ومعرفت کے یہی موتی جو مولانا دریابادی اپنے مطالعہ اور ملاقاتوں سے حاصل کرتے اپنے تحریروں کے ذریعہ لٹاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا ذہن، مزاج اور قلم عطا کیا تھا کہ کام کی بات جہاں سے ملتی لے آتے اور اس کو نہایت خوبی سے بیان فرمادیتے۔

مولانا دریابادی کے معاصر صحافیوں میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ظفر علی خاں، خواجہ حسن نظامی، جالب دہلوی وغیرہ کے نام آتے ہیں لیکن وہ اپنے معاصرین میں انفرادی حیثیت اور بالکل الگ شناخت کے مالک تھے اور ایک امتیازی شان کے حامل صحافی تھے۔ دریاباد کی یہ ''مُشتِ خاک'' آسمانِ صحافت پر نیّر تاباں بن کر چمکی اور اُس نے اردو صحافت کو 'احتجاجی صحافت'' کے خول سے نکال کر اُسے تعمیری پیراہن عطا کیا۔ اپنے قلم کو معاشرے کی اصلاح، فرض کی تربیت، کردار سازی اور ذہن سازی کے لیے وقف کردیا انھوں نے صحافت میں جس طرزِ نو کی بنیاد ڈالی اُسے ''ماجدی صحافت'' کہا جاسکتا ہے۔ ماجدی صحافت کے اصول اور اجزائے ترکیبی انھوں نے طے کیے، جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معیاری صحافت کے اصول اور ضابطے کیا ہوسکتے ہیں؟ اور ایک صحافی کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں کن کن امور کی پابندی کرنا چاہیے صحافت جیسے شریفانہ فن میں کن نکتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے، یہ مضمون ایک سوال کے جواب میں ''صدقِ جدید'' لکھنؤ کے ۱۹/مارچ ۱۹۶۸ء کے شمارے میں ''ہفتہ وار صحافت کے آداب'' کے عنوان سے شائع ہوا اور ۱۶/نکات پر مشتمل ہے جس کے ابتدائی نکات پڑھنے سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ مولانا کی صحافت کن اصول وقواعد پر استوار رہی۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''صحافت سے مقصود دین وملت کی خدمت رکھیے، عام خدمت بھی اِسی کے تحت آجاتی ہے۔ وطن کا بھی بڑا حق ہوتا ہے جس طرح پڑوس کا، اُستاد کا اور اہلِ خاندان کے حقوق ہوتے ہیں، البتہ مسلمان 'پرستارِ وطن' نہیں ہوسکتا، عبودیت کا یہ خصوصی تعلق تو صرف ذاتِ حق کے لیے مخصوص ہے۔ اُس کی مخلوق میں سے کسی کے حصے میں نہیں آسکتا۔ خبر برائے خبر کا روزنامہ میں جو بھی درجہ ہو، ہفت روزہ میں یہ ایک مہمل چیز ہوگی، ہفت روزہ میں اپنے تبصرے سے یا کم از کم خبر کی سرخی سے ہر خبر کو بامقصد بنا کر پیش کیجیے، پبلک کے جذبات کی محض نمائندگی پر ہرگز اکتفا نہ کیجیے، پبلک کے مذاق اور جذبات کی اصلاح کی کوشش ہمیشہ جاری رکھئے، اپنی مقبولیت کا خیال کسے نہیں ہوتا؟ ایک حد تک یہ خیال قدرتی ہے لیکن اِس جذبہ کو ہمیشہ حدود کے اندر رکھیے اور اپنے اوپر غالب نہ آنے دیجئے، دوسروں کا احتساب کیجئے لیکن اپنے کو بھی اس سے بالاتر نہ خیال کیجئے۔

صحافت کا یہ ''ضابطۂ اخلاق'' خود مولانا دریابادی کی اخبار نویسی پر پوری طرح صادق نظر آتا ہے، اُن کی چند خصوصیات ایسی تھیں جو اُن کے طبقے میں بہت کم ملیں گی:

۱- اُن کا ذوقِ تحقیق، جو صحیح معلومات حاصل کر کے ہی مطمئن ہوتا تھا

۲- اعتدال ومیانہ روی، جس کو برت کر وہ ہر طبقے اور فکر کے لوگوں سے مخلصانہ برتاؤ فرماتے

۳- ایک قابلِ ذکر خوبی اُن کی صاف گوئی تھی، جب سے انھوں نے میدانِ صحافت میں قدم رکھا اُس وقت سے آخر تک مولانا حق گوئی کی ایک سے بڑھ کر ایک نادر مثال قائم کرتے رہے، جسے ہم ''قلم کے جہاد'' کا نام دے سکتے ہیں لیکن اُن کی زبان اور انشاپردازی کا یہ کمال تھا کہ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آئے۔ طنز اُن کی تحریر کا خاص جوہر تھا، اُس کو وہ بڑی خوبی سے مناسب موقع کا استعمال کرتے۔ آج بھی نہ معلوم کتنے قلمکار اور صحافی ایسے ہیں جنھوں نے مولانا کی تحریر سے رہنمائی حاصل کی اور اپنا ایک مقام بنایا۔

آبروئے صحافت مولانا عبدالماجد دریابادی آج ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن اُن کی تعلیمات، تحریرات اور ہدایات موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے دین ودنیا دونوں سدھر سکتے ہیں۔

'ایکس' کی دنیا

@INDmoney

پانچ بڑی سرکاری کمپنیوں (پی ایس یوز) نے گزشتہ سال حکومت کو 75,400 کروڑ روپے کا ڈویڈینٹ دیا تھا یہ رقم 24-23 میں سرکاری کمپنیوں سے ملنے والے منافع کا 80 فیصد ہے۔

@ABPLNE

ہندوستان نے بنگلہ دیش کے شہریوں کے علاج کے لیے ای میڈیکل ویزا کو متعارف کرانے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے علاوہ رنگ پور میں ہندوستان کے قونصلیٹ کے قیام کا بھی فیصلہ لیا گیا ہے۔

@MiddleEastMonitor

جاپان کے ایک ہوٹل نے ایک اسرائیل کو ہوٹل میں قیام کرنے سے روک دیا۔ اس پر اسرائیل کی فوج سے رشتہ ہونے کا شبہ تھا۔

@MotasemADallout

اسرائیلی فوجی کے بیج میں اسرائیل کے نقشہ میں عظیم تر اسرائیل میں مصر، سعودی عرب، عراق شام اور لبنان کو دکھایا گیا ہے اور اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ ہم امن چاہتے ہیں۔

@MohammedZubair

ہماچل پردیش میں جاوید کی دکان کو برباد صرف اس لیے کردیا تھا کہ اس نے اپنے وہاٹس اپ اسٹیٹس پر قربانی کا ویڈیو ڈال دیا تھا۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے گائے ذبح کی ہے۔ اب شاملی پولیس نے کہا ہے کہ جس قانون کو جانور کو ذبح کرایا گیا تھا وہ گائے نہیں تھی بلکہ بھینس تھی اور اتر پردیش میں بھینس کی قربانی کی اجازت ہے۔

خیال رہے کہ آن لائن ٹرولز نے اس ہنگامہ آرائی اور تخریب کو درست قرار دیا تھا۔

@Times Now

سابق کرکٹر سنجے منجریکر نے وراٹ کوہلی کی فارم کو لے کر ہندوستانیوں کے اصرار پر ناگواری کا اظہار کیا ہے۔

@Daily Jang

پاکستان: ملک میں آج سونے کی فی تولہ قیمت 1400 روپے کم ہوگئی۔

@Geo News Urdu

حزب اللہ کے ساتھ جنگ میں اسرائیل کی شکست یقینی ہے۔ ایران

@Indian Express

نیٹ کو لے کر اٹھنے والے تنازع میں سرکار نے اسرو کے سابق چیف کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی بنائی ہے۔

@ARY NEWS

پاکستان فوٹو: عیدالاضحیٰ گزر گئی، غلاظت کے ڈھیر اب بھی موجود ہے۔

@ChrietionsHenderson

دلخراش منظر آج صبح جینن میں اسرائیلی فوج نے ایک زخمی فلسطینی کو فوجی جیپ سے باندھ کر اس کو گھمایا۔

@Al Jazeera English

کینیا میں کی گئی ریسرچ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہاتھی ایک دوسرے کو اس کے خاص نام کے ساتھ پکارتے ہیں۔

@Rahul Gandhi

کانگریس اور امبیڈکر نے ہندوستان کو ایک ہتھیار آئین دیا۔

مگر آر ایس ایس نے اداروں پر قبضہ کر کے اس کو بے وقعت بنانے کی کوشش کی۔

دلت اقلیتی قبائلی اور دیگر کمزور طبقات نے ان حالات میں قیمت چکائی۔

ہم اس کے خلاف جدوجہد کریں گے اور باپو کے راستے کو اختیار کریں گے۔ نہرو جی اور بابا صاحب کی پیروی کریں گے۔

@MiddleEasMonitor

ہمارا مقصد حماس کے تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا نہیں ہے بلکہ ان کو اقتدار سے محروم کرنا، اور اس کی فوجی صلاحیتوں کو ختم کرنا ہے۔

@TanveerMasood

غضب ہے قہر ہے شامت ہے، آفت ہے قیامت ہے
بغل میں وہ عدو کے آج کیوں بن ٹھن کے بیٹھے ہیں
ہیں پیاسے ہم تو مدت کے پلا دے جام ساقی
وہ جب چاہیں دیں جو منتظر ساون بیٹھے ہیں

سردار سنگھ مشرقی

@MuhammedAslamA

مفتی اعظم محمد تقی عثمانی نے کراچی میں قائم ہونے والے ہیومن ملک بینک Human Milk Bank کے ناجائز ہونے کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ دیگر علمائے کرام بھی اس اقدام کے خلاف علمی مزاحمت کریں تاکہ نوح انسانی کو اخلاقی زوال اور فطری بحران سے بچایا جاسکے۔

@AamAadmi PrtyDelhi

آج وزیر برائے آبی وسائل آتشی جی کے انشن (بھوک ہڑتال) میں رکاوٹ ڈالنے، حملہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ آتشی جی ان دھمکیوں سے ڈرنے والی نہیں ہیں، پانی ستیہ گرہ تب ہی رکے گا جب دہلی والوں کو ان کے حق کا پانی ملے گا۔

@Aichard Hardigan

اسرائیلی فوج غزہ شہر کے علاقے کے الشاطی کیمپ پر موہانیہ عدے الفشفوائی اور حسونا خاندان کے گھروں پر تابڑتوڑ حملہ کر رہی ہے۔

@NDTV ہندنژاد خلاباز سنیتا ولیمس لوٹ آئی ہیں ان کی زمین پر واپسی ایک ٹیکنیکی خرابی کی وجہ سے موخر ہوگئی تھی۔

نحات @

اتر کے ناؤ سے بھی کب سفر تمام ہوا
زمین پہ پاؤں دھرا تو زمین چلنے لگی

شکیب جلالی

ایکس پر چلنے والے ٹرینڈ قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کئے جارہے ہیں
ایکسیوزر کے ذریعہ ظاہر کی گئیں آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح ذمہ دار نہیں